شمس الدین السخاوی بحیثیت مؤرخ

ڈاکٹر مظہر معین

شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی الشافعی (۸۳۱ ـ ۹۰۲ ھ) نویں صدی ھجری کے نامور مصری عالم و مصنف ھیں جن کی تقریباً دو سو تصانیف حدیث، فقہ، تاریخ اور دیگر موضوعات پر ھیں (۱) ـ وہ عربی اسلامی تاریخ نویسی میں خصوصی مقام کے حامل ھیں ـ بحیثیت مؤرخ ان کے مقام و خصوصیات کے سلسلے میں مختلف اھل علم کی آراء نیز ان کی تصانیف کے مطالعہ سے درج ذیل نکات سامنے آتے ھیں۔

(۱) السخاوی ایک کثیر التصانیف مؤرخ ھیں جن کی کتب تاریخ کے متنوع موضوعات پر ھیں اور کتب تاریخیہ کی کسی ایک صنف تک محدود نہیں ـ اس لحاظ سے وہ ایک جامع الصفات مؤرخ ھیں جن کی نظر تاریخ نویسی کے تمام تقاضوں اور پہلوؤں پر ہے ـ انکی تصنیف ,,الضوء اللامع لاھل القرن التاسع،، اور ,,الاعلان بالتوبیخ لمن

ذم التاریخ » نیز دیگر کتب تاریخ کا مطالعه اس بات کا بیّن ثبوت فراهم کرتا ہے۔

(۲) شمس الدین السخاوی صرف مؤرخ هی نهیں بلکه دیگر علوم و فنون بالخصوص فن حدیث میں بهی نویں صدی هجری کے اجلّ علماء و محدثین میں سے هیں ۔ اس لحاظ سے فن جرح و تعدیل کا پورا علم رکھتے هیں ۔ انهوں نے نه صرف پورے حدیث لٹریچر کا عمیق مطالعه اور اس سے مکمل استفاده کیا ہے بلکه راویان حدیث کی چهان پهٹک ، احادیث کی صحت، حسن، ضعف اور دیگر پهلوؤں سے پوری واقفیت رکھتے هیں اس چیز نے انهیں علم تاریخ کے سلسلے میں بهی بڑا فائده دیا ہے اور تاریخی روایات کی جانچ پرکھ اور رد و قبول کے ضمن میں انهوں نے ایک محدث کی حیثیت سے اپنے مزاج کو بڑی حد تک برقرار رکھا ہے۔ اس طرح ان کی تاریخی کتب صحت و سند کے لحاظ سے بطور مجموعی بڑی اهمیت اور ثقاهت کی حامل هیں ۔

(۳) السخاوی کی تاریخی اهمیت کے سلسلے میں یه بات بهی قابل ذکر ہے که انهوں نے تذکره نگاری اور دیگر تاریخی مباحث میں بطور مجموعی عدل و انصاف سے کام لیا ہے اور ایک مؤرخ کی حیثیت سے ذاتی رجحانات کو غالب نهیں آنے دیا بلکه ذاتی پسند و ناپسند سے قطع نظر هر شخصیت کا تذکره اس کے شایان شان طریقے سے کیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے اهم دلیل یه ہے که انهوں نے اپنے همعصر، مد مقابل اور سخت مخالف علامه جلال الدین السیوطی جیسے افراد کا نه صرف اپنی تصنیف ,,الضوء اللامع لأهل القرن التاسع،، مین تذکره کیا بلکه اس سلسلے میں تفصیلات بهی بیان کیں اور ایک صاف گو مؤرخ کی طرح ان کے جو عیوب السخاوی کے علم

میں تھے ان کا بھی کھلے لفظوں میں تذکرہ کر دیا۔ کیونکہ یہ عیوب اساساً ان کی ذات سے متعلق نہ تھے بلکہ علوم و فنون اور تصنیف و تالیف کے سلسلے میں ان کے مبیّنہ رویہ کے بارے میں تھے اور السخاوی نے اپنی شہادت اور ہمعصر اہل علم و فضل کی روایت کی بناء پر یہ باتیں لکھیں۔ جلال الدین السیوطی نے علامہ سخاوی کی تصانیف پر تنقید بالخصوص ,,الکاوی فی تاریخ السخاوی،، کی صورت میں جو کچھ کہا اس کے باوجود سیوطی کی کئی ایک خوبیوں کا بیان و اعتراف السخاوی کی انصاف پسندی کی دلیل ہے۔ انہوں نے سیوطی کے عیوب و محاسن ہر دو بیان کئے ہیں اور ذاتی عصبیت کی بناء پر ان کے علمی مقام و مرتبہ پر پردہ نہیں ڈالا۔ اگر بعض جگہ السخاوی راہ اعتدال سے ہٹے ہیں تو یہ جزوی رویہ ہے۔ مجموعی رویہ وہی ہے جو ایک غیر جانبدار مؤرخ کا ہونا چاہئیے اور اگر بالفرض انہیں سیوطی کے سلسلے میں جانبدارانہ اور منفی رویہ کا حامل قرار دے بھی دیا جائے تو بقیہ دس ہزار سے زائد شخصیات کے حالات اس بات کا ناقابل تردید اور عظیم الشان ثبوت ہیں کہ شمس الدین السخاوی ایک غیر جانبدار اور انصاف پسند تراجم نویس و مؤرخ ہیں۔

سیوطی، ابن ریاس اور بعض دیگر علماء و مؤرخین نے سخاوی کی ,,الضوء اللامع،، پر شدید تنقید کی ہے سیوطی لکھتے ہیں۔

,,ثم أكب على التاريخ فافنى فيه عمره، وا غرق فيه عمله و سلق فيه أعراض الناس، و ملأه بمساوى الخلق ،، (۲)

,,و ألف تاريخاً فيه اشياء كثيرة من المساوى فى حق الناس،، (۳)

ان ناقدین کی شدید مخالفانہ آراء کے باوجود بطور مجموعی ,,الضوء اللامع،، ایک اہم ترین اور نادر المثال تاریخی تصنیف ہے

جیسا که دور جدید کے عرب ادیب و مؤرخ جرجی زیدان نے بیان کیا ہے۔

,,وقد تصدی معاصروه لانتقاده والتشیع علیه، منهم السیوطی ألف فی انتقاده کتاباً مسماه ,,الکاوی فی تاریخ السخاوی» ولا عبرة بذلک فان الکتاب نادر المثال فی بابه » (۴)

(۴) مؤرخ کی حیثیت سے السخاوی کا ایک اور قابل ذکر پہلو یہ ہے که انہوں نے اپنے اساتذہ اور همعصر علماء کا تذکرہ کرتے ہوئے دل کھول کر ان کی تعریف کی ہے اور ان کے محاسن کا اعتراف کیا ہے جس سے بعض اوقات یوں لگتا ہے که مبالغه آمیزی اور حاشیه آرائی سے کام لیا جا رہا ہے مگر درحقیقت ایک مؤرخ کی حیثیت سے انہیں جو خوبیاں نویں صدی هجری کے اهل علم و فضل میں نظر آئیں انہوں نے ان کی تعریف و توصیف اور تاریخی لحاظ سے ان شخصیات کے مقام و مرتبه کو نمایاں کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی بلکه ان کا حق اذا کر دیا ۔ اس دوران میں جہاں کہیں اپنا ذکر کیا ہے وهاں بالعموم ساده الفاظ استعمال کئے هیں اور ان میں سے بہت سی شخصیات کے سامنے زانوئے تلمذ ته کرنے کا عجز و انکسار کے ساتھ اعتراف کیا ہے مثلاً ابن حجر کے بارے میں لکھتے هیں :

,,احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن أحمد شیخی الاستاذ امام الأئمة الشهاب ابوالفضل الکنانی العسقلانی المصری ثم القاهری الشافعی» ۔ (۵)

۵ ۔ السخاوی نے ایک تاریخ نگار کی حیثیت سے علاقائی تعصب و ترجیح سے کام نہیں لیا اور نه اپنی کتب تذکره وغیرها کو کسی خاص علاقے تک محدود رکھا ہے بلکه ایک غیر جانبدار تذکره نگار کی حیثیت سے مصر کے علاوه شام و حجاز ، هند و فارس غرض

مختلف بلاد و امصار سے تعلق رکھنے والے اهل علم و فضل کا یکساں احترام کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے۔اس طرح السخاوی ایک مؤرخ کی حیثیت سے عالمی سطح کی شخصیت ہے قومی یا علاقائی نہیں۔ الضوء اللامع کے مقدمه میں اس کتاب کے بارے میں لکھتے هیں :

,,جمعت فیه من علمته من أهل هذا القرن الذی أوله سنة احدی و ثمانمائة ۔ ختم بالحسنی ۔ من سائر العلماء والقضاة والصلحاء والرواة والادباء والشعراء والخلفاء والملوک والأمراء والمباشرین والوزراء مصریا کان أو شامیا حجازیا کان أو یمنیاً رومیا أو هندیا مشرقیا أو مغربیا،، ۔ (٦)

(٦) السخاوی نے اپنی مشهور تصنیف ,,الضوء اللامع،، میں غیر مسلم اهل علم و فضل کے حالات بهی بیان کئے هیں جو اس بات کی واضح دلیل هیں که ایک مؤرخ کی حیثیت سے وہ دینی تعصبات سے بهی بالاتر هیں اور مشاهیر کے تذکرہ میں مذهب کی بناء پر تفریق روا نهیں رکهتے ۔ اس سلسلے میں الضوء اللامع میں خود بهی اشارہ کرتے هیں :

,,بل و ذکرت بعض المذکورین بفضل و نحوہ من أهل الذمة ،، (٧)

(٧) السخاوی کی تاریخی حیثیت کے سلسلے میں ایک اهم اور نمایاں بات یه ہے که انهوں نے نویں صدی هجری کے مشاهیر کا ذکر کرتے هوئے خواتین کو نظر انداز نهیں کیا بلکه ان کا الگ سے بطور خاص ,,معجم النساء،، کے زیر عنوان ذکر کیا اور اس کے لیے ایک ضخیم باب وقف کیا ہے جس میں ایک هزار سے زائد فضیلت مآب خواتین کا تذکرہ ہے مثلاً کتاب معجم النساء حرف الهمزة کے تحت پهلی نامور خاتون کا تذکرہ یوں کیا ہے :

,,(آسية) ابنة جارالله بن صالح بن أبی المنصور أحمد بن عبدالکریم بن أبی المعالی یحیی بن عبدالرحمن بن علی بن الحسین بن علی أم عبدالله و أم محمد ابنة المسند الجلال الشیبانی الطبری الاصل المکی الحنفی والدها الماضی ولدت فی رجب سنة ست و تسعین و سبعمائة بمکة وأجاز لها فی التی تلیها فما بعدها خلق منهم محمد بن محمد بن محمد السخاوی و سعد بن یوسف النووی و محمد بن أبی بکر ابن سلیمان البکری و عائشة ابنة ابن عبدالهادی و ابن صدیق والعراقی والهیثمی بل سمعت علی أبی الحسن بن سلامة ، و تزوجها أبو البقاء بن الضیاء فأولدها عدة منهم أبو النجا محمد و مات عنها فتأیمت بعده، أجازت لنا و ماتت فی جمادی الأولی سنة ثلاث و سبعین بمکة» ـ (٨)

(٨) السخاوی نے اپنی تصانیف متعلق به تاریخ میں فقهی تعصبات کو بهی قطعاً کوئی اهمیت نهیں دی ـ خود شافعی المذهب هونے کے باوجود حنفی، مالکی ، حنبلی وغیره علماء و فضلاء کا بڑی عقیدت و احترام سے ذکر کیا ہے اور ان کی عظمت کا اعتراف کھلے بندوں کیا ہے ـ

ان کی تحریر میں کهیں بهی یه بات نظر نهیں آتی که انهوں نے فقهی مسلک کی بناء پر کسی کو ناحق ترجیح دی هو یا پس پشت ڈال دیا هو ـ وه ابن حجر عسقلانیؒ کے ساتھ ساتھ ابن الدمیری حنفیؒ، العزالحنبلیؒ اور الشمس القرافی المالکیؒ وغیره کا ذکر بهی پوری عقیدت اور احترام کے ساتھ کرتے هیں ـ اسی طرح اهل فقه اور اهل حدیث کے مابین بهی انهوں نے کوئی ذاتی ترجیح و تفصیل روا نهیں رکهی اور عدم تعصب کو هر جگه مقدم رکھا ہے ـ

(٩) السخاوی نے اپنی مشهور تصنیف ,,الضوء اللامع» میں اپنے

ذاتی حالات بھی کافی تفصیل سے بیان کئے ھیں اور اس سلسلے میں اساساً بیانیہ انداز اختیار کیا ہے جہاں کہیں اپنے حق میں آراء نقل کی ھیں ان میں بھی افراط و تفریط سے اجتناب کیا ہے نہ بلا ضرورت کسر نفسی سے کام لیا ہے نہ فخربالنفس کا شکار ہوئے ھیں ۔ اپنی ذات کا ذکر کرتے ہوئے صیغہ غائب ھی استعمال کیا ہے جس طرح ایک اجنبی شخص کے حالات لکھے جا رہے ھوں اور یہ آپ بیتی کے بجائے جگ بیتی ھو ۔ آخر میں اپنی ذات کی کوتاھیوں اور خامیوں کا بھی اعتراف کیا ہے ۔ اپنے حالات کے اختتام پر لکھتے ھیں :

,,ھذا کله وھو عارف بنفسه معترف بالتقصیر فی یومه وأمسه خبیر بعیوبه التی لا یطلع علیها مستغفر مما لعله یبدو منها، لکنه أکثر الهذیان طمعاً فی صفح الاخوان مع کونه فی أکثره ناقلا واعتقاد أنه فضل ممن کان له قائلا والله یسال أن یجعله کما یظنون و أن یغفرله مالا یعلمون،، ۔ (۹)

(۱۰) ایک مؤرخ کی حیثیت سے السخاوی کے بارے میں یہ نکتہ بھی اھم ہے کہ انہوں نے ابن حجر عسقلانی کی شروع کردہ تراجم نویسی کی روایت کو برقرار رکھا اور اس مقصد کے لئے اپنی عمر عزیز کا وافر حصہ صرف کیا ۔ اس طرح بعد میں آنے والوں کے لئے ایک اھم اور قابل تقلید مثال چھوڑی جس کے تتبع میں صدی وار تذکرہ نویسی کی روایت آگے چلتی رھی اور ھزاروں اھل علم و فضل کے حالات و خدمات زمانے کی دستبرد سے محفوظ ھو کر کتابی شکل میں مدون و مرتب ھو گئے جو علمی تاریخی ، ثقافتی اور مذھبی حوالوں سے بڑی قدرو قیمت کے حامل ھیں چنانچہ ,,الضوء اللامع،، کے بعد نجم الدین الغزی نے ,,الکواکب السائرة باعیان المائة العاشرة،، لکھی ۔ المحبی نے ,,خلاصة الاثر فی اعیان القرن

الحادی عشر» کے نام سے گیارھویں صدی کے اھل علم و فضل کے تراجم جمع کئے اور بعد ازاں بھی مختلف اھل علم نے صدی وار تراجم نویسی کا کام سرانجام دیا ۔ حاجی خلیفہ کشف الظنون میں ,,الضوء اللامع» کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ھیں :

,,هو تاریخ کبیر مجلدات جمع فیها الوفیات من ۸۰۱ الی سنة ۹۰۰ مرتبا علی حروف المعجم فی الأسماء و الاباء و الجدود» (۱۰)

نجم الدین الغزی نے صدی وار کتب تراجم میں ابن حجر کی ,,الدرر الکامنة کے بعد شہرت و قدامت کے لحاظ سے ,,الضوء اللامع» کا ذکر کیا ہے :

,,ویدور اقدم المشهور منها علی سیر أعیان القران الثامن للهجرة وهو کتاب ,,الدرر الکامنة فی اعیان المائة الثامنة لابن حجر العسقلانی وقد طبع ویلیه الضوء اللامع لأهل القرن التاسع للسخاوی وقد طبع» (۱۱)

مشہور مستشرق گب نے ابن حجر کو صدی وار تراجم نویسی کا بانی قرار دیا ہے :

"A novel method introduced by the historian Ibn-Hajr (d. 1449) was to compile contennial dictioneries."[12]

,,ابن حجر کی الدرر الکامنة کا تعارف کرانے کے بعد گب نے سخاوی کی عظیم اور ضخیم تصنیف پر روشنی ڈالی ہے :

"For the next century, al-Sakhawi (d. 1497) produced a twelve volume dictionery, the twelfth volume of which is devoted to women".[13]

ان تمام حوالوں سے صدی وار تراجم نویسی میں سخاوی کی کتاب ,,الضوء اللامع» کی اهمیت و افادیت بخوبی واضح ھو جاتی ہے۔

(۱۱) السخاوی نے بحیثیت تذکرہ نگار ہر شخصیت کا اس کے شایان شان ذکر کیا ہے اور ہر فرد کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے تفصیل یا اجمال کو ملحوظ رکھا ہے۔ بعض شخصیات کا کافی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے مثلاً ابن حجر عسقلانی جس کی وجہ صرف یہ نہیں کہ وہ ان کے استاد تھے بلکہ در حقیقت نویں صدی کا کوئی مورخ بھی ابن حجر کی عظمت کے تفصیلی تذکرہ سے بے نیاز نہیں رہ سکتا ۔ اس کے برعکس بعض شخصیات کا محض چند سطروں میں ذکر کیا ہے جس کی وجہ بعض صورتوں میں اگرچہ میسر معلومات کی کمی بھی ہو سکتی ہے مگر زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ اسی قدر مختصر تذکرہ کی ضرورت محسوس کی ۔ اس طرح بحیثیت مؤرخ السخاوی مجموعی لحاظ سے اختصار و جامعیت کے حامل ھیں جو ایک مؤرخ کے لئے ضروری ہے۔ اگر معلومات کی کمی کی بناء پر بھی بعض شخصیات کا ذکر انتہائی مختصر کیا ہے تب بھی ذکر نہ کرنے سے ذکر کر دینا ان کا نام تاریخ میں محفوظ کرنے کی غرض سے بہتر ہے اور یہ مختصر تذکرہ بھی خوبی ھی شمار ہوگا ۔ مثلاً آخری جلد کے اختتام پر (رقم ۱۰۷۵) کے تحت لکھتے ھیں :

,,(مستولدة الفخری) ابی بکر بن ظهیرة أم ولده أفضل الدین ماتت فی شوالها ،، ۔ (۱۳)

شوالها سے مراد ۸۹۸ ھ کا شوال ہے جیسا کہ اس سے پہلے تراجم میں مذکور ہے۔

(۱۲) السخاوی نے ایک مؤرخ کی حیثیت سے ذیول نویسی کی روایت کو آگے بڑھایا جس کا فائدہ گزشتہ مورخین کے کام کی تنقیح و تکمیل ہے۔ بعض اهم ذیول کے نام یوں ھیں :

۱ ۔ التبرالسبوک فی الذیل علی تاریخ المقریزی السلوک

۲ ـ الذيل على قضاة مصر لابن حجر و يسمى الذيل المتناه
۳ ـ الذيل على طبقات القرأ لابن الجزری
۴ ـ الذيل على دول الاسلام للذهبی
۵ ـ دفع التلبيس و رفع التجنيس عن الذيل الطاهر النفيس) ـ(۱۵)

(۱۳) السخاوی نے علم التاریخ میں تلخیص نویسی کی روایت کو بھی آگے بڑھایا اور مختلف کتب تاریخ کی تلخیص لکھی مثلاً ـ

۱ ـ تلخيص تاريخ اليمن
۲ ـ تلخيص طبقات القرأ لابن الجزری
۳ ـ منتقی تاريخ مكة للفاسی . (۱٦)

(۱۴) السخاوی کو طبقات نویسی میں بھی بڑی مہارت حاصل ہے انہوں نے اس روایت کو آگے بڑھایا اور بالخصوص علم فقہ کے سلسلے میں طبقات نویسی پر توجہ دی ـ بطور اشارہ ان کی چند تصانیف کے نام درج ہیں :

۱ـ طبقات المالكية فی أربعة اسفار تقريباً
۲ ـ تقفيص قطعة من طبقات الحنفية
۳ ـ ترتيب طبقات المالكية لابن فرحون . (۱۷)

(۱۵) ,,الضوء اللامع،، کے علاوہ بھی السخاوی نے ایک سیرت نگار کی حیثیت سے بہت سا علمی کام سرانجام دیا اور سیرت و تراجم پر مبنی مستقل کتب و رسائل تحریر کئے جس سے بہت سی اہم متنوع اور نادر المثال شخصیات کے احوال و آثار کو محفوظ کرنے میں بڑی مدد ملی ـ مثلاً

۱ ـ الجواهر و الدررفی ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر
۲ ـ المنهل العذب الروی فی ترجمة قطب الاولياء النووی
۳ ـ الاهتمام بترجمة النحوی الجمال بن هشام

۴ ـ القول المبین فی ترجمة القاضی عضد الدین
۵ ـ الاهتمام بترجمة الکمال بن الهمام
٦ ـ القول المنبی فی ترجمة ابن العربی ـ (۱۸)

(١٦) السخاوی نے ایک مؤرخ کی حیثیت سے سفرنامے بھی لکھے ھیں جن کا تعلق بیک وقت تاریخ، سیرت، جغرافیہ اور ادب قرار دیا جا سکتا ہے اور اس طرح السخاوی سفرنامہ نگار بھی ھیں ـ اس سلسلے میں ان کی کئی تصانیف ھیں مثلاً

۱ ـ الرحلة المکیة
۲ ـ الرحلة الاسکندریة و تراجمها
۳ ـ الرحلة الحلبیة و تراجمها ـ (۱۹)

(١٧) تاریخ نگاری کے سلسلے میں السخاوی نے مذکورہ بالا تمام کتب کے علاوہ بھی مختلف موضوعات پر متنوع کتب تصنیف کی ھیں جو ان کی بحیثیت مؤرخ وسعت معرفت اور دقت نظر کا بیّن ثبوت ھیں اور انھیں ایک وسیع الفکر، دقیق النظر، متنوع الموضوعات اور پُر نویس مؤرخ قرار دینے کا باعث بنتی ھیں مثلاً ـ

۱ ـ التاریخ المحیط
۲ ـ تاریخ المدینتین
۳ ـ الفرجة بکائنة الکاملیة التی لیس فیها للمعارض حجة
۴ ـ احسن المساعی فی ایضاح حوادث البقاعی
۵ ـ الشافی من الالم فی وفیات الامم (۲۰)

(١٨) مورخ کی حیثیت سے السخاوی کا ایک اهم کارنامه علم تاریخ کی دینی و عمومی اهمیت کے ضمن میں بیش قیمت دلائل کی فراهمی ہے اس سلسلے میں انھوں نے اپنے دور تک ھونے والے اهم کام کا مجموعی جائزہ پیش کیا ہے جس سے ان کتب کا مختصر تعارف

حاصل ہو گیا ہے اور ساتھ ہی اس سے مسلمانوں کے ہاں تاریخ لٹریچر کی وسعت و اہمیت کا بھی اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے اس سلسلے میں ,,الاعلان بالتوبیخ،، میں انہوں نے کافی شرح و بسط سے کام لیا ہے ,,الاعلان بالتوبیخ کے بارے میں مشہور عرب عالم اور محقق احمد باشا تیمور کا ایک قول بڑا منفرد، مختصر اور جامع ہے اور یہ قول واحد ہی الاعلان بالتوبیخ کی صدیوں پر محیط عظمت و اہمیت کے اظہار کے لئے کافی ہے یہ قول الاعلان بالتوبیخ کی طبع دمشق کے صفحہ اولی پر درج ہے :

(یعتبر ھذا الکتاب ,,کتاریخ التاریخ فی الاسلام،، (۲۱)

عربی زبان و ادب کے معروف پاکستانی استاذ اور محقق پروفیسر عبدالقیوم اردو دائرۃ المعارف الاسلامیۃ میں اپنے مقالہ ,,السخاوی،، میں ,,العلان بالتوبیخ،، کی اہمیت یوں واضح کرتے ہیں :

,,السخاوی نے الاعلان بالتوبیح لمن ذم التاریخ (دمشق ۱۳۳۹ھ) میں علم تاریخ کی تدوین، اس کے اصول اور ارتقاء پر سیر حاصل بحث کی،، (۲۲)

(۱۹) السخاوی علم تاریخ میں تنقید نگاری کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں اور ان کی مشہور تصنیف ,,الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ،، تاریخی تنقید نگاری کے سلسلےمیں انتہائی اہم تصنیف سمجھی جاتی ہے جو گذشتہ پانچ صدیوں کے دوران مشرق و مغرب میں مسلسل پڑھی پڑھائی جا رہی ہے۔ انہوں نے بڑے علمی انداز میں ناقدین علم بتاریخ کے اعتراضات کو تفصیلاً نقل کر کے ان کا مدلل اور مسکت انداز میں جواب دیا ہے اور قرآن و حدیث نیز دیگر حوالوں سے علم تاریخ کی ضرورت و اہمیت کے حق میں معرکۃ الآراء استدلال کیا ہے جس سے تاریخ نگاری کی مذمت اور مخالفت کرنے والوں کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہی ۔

ڈاکٹر سید محمد یوسف ,,الاعلان بالتوبیخ، کے اردو ترجمہ کے مقدمہ میں اس کتاب کی اهمیت واضح کرتے هوئے لکھتے هیں ۔

,,جب انحطاط کا دور آیا اور اهمیتین پست هو گئیں تو تاریخ کا زائد از نصاب مطالعه بے توجهی کا شکار هو گیا، نوبت یہاں تک پہنچی که لوگوں نے اس کی تنقیص شروع کر دی ۔ اس صورت حال سے سخاوی کو تشویش هوئی تو انہوں نے ,,الاعلان بالتوبیخ، تصنیف کی ۔ اس میں انہوں نے علمی طریقے پر تاریخ کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے ۔ متقدمین کی تحریروں کے اقتباسات سے علم تاریخ کے شرف و مرتبے پر روشنی ڈالی ہے اور تاریخ میں مسلمانوں کے گوناگوں کارناموں کا جائزہ لیا ہے، ۔ (۲۳)

(۲۰) السخاوی نے ایک مؤرخ کی حیثیت سے اپنی تصانیف میں فصیح و بلیغ زبان استعمال کی ہے جس سے ان کی کتب تاریخ ادبی اهمیت کی حامل بھی قرار پاتی هیں اور السخاوی ایک انشا پرداز مؤرخ کی حیثیت سے سامنے آتے هیں ۔ انہوں نے الفاظ غریبه سے اجتناب کیا ہے عمدہ الفاظ و تراکیب استعمال کی هیں، سوقیانه زبان استعمال کرنے سے بھی احتراز کیا ہے دلنشین اسلوب اور مؤثر پیرایه ان کی تاریخ نویسی کی امتیازی خصوصیات هیں ۔ تشبیہات، امثال اور استعارہ و کنایه کا بھی عمدہ و برمحل استعمال کیا ہے؛ جابجا علم تاریخ کے سلسلے میں قرآن و حدیث سے استشهاد کیا ہے اس طرح ان کی تصانیف بیک وقت تاریخی، ادبی اور دینی خوبیوں کی جامع بن گئی هیں ۔

ان تمام دلائل و نکات سے یه بات واضح هو جاتی ہے که شمس الدین السخاوی بحیثیت مؤرخ ایک عظیم الشان اور منفرد حیثیت کے حامل هیں جن کی تاریخی کتب متنوع اور مختلف موضـوعـات سے

تعلق رکھتی ھیں ـ سند و روایت کے لحاظ سے بھی ان کی تصانیف کو بڑی اھمیت حاصل ہے کیونکہ وہ بیک وقت حدیث و تاریخ پر گھری نظر رکھتے ھیں ـ بحیثیت مؤرخ سخاوی نسل، علاقہ اور مذھب کے تعصبات سے ماوراء ھیں اور ذاتی پسند و ناپسند کو بھی بطور مجموعی بالائے طاق رکھ کر انصاف پسندی اور غیر جانبداری سے کام لیتے ھیں ـ عظیم خواتین اور غیر مسلم مشاھیر کے مقام واھمیت کا بھی انھیں بخوبی ادراک و احساس ہے اور انھیں اپنی کتب میں شایان شان مقام دیا ہے ـ ایک مؤرخ کی حیثیت سے اپنے اساتذہ و شیوخ کا تذکرہ احترام و تجلیل کے جذبات کے ساتھ بہترین الفاظ میں کرتے ھیں اور اپنا تذکرہ کرتے وقت افراط و تفریط سے اجتناب کی کوشش کی ہے ـ تراجم نویسی اور نقد تاریخی میں السخاوی عظیم مقام کے حامل ھیں اور ذیول نویسی، تلخیص نگاری، طبقات نویسی غرض مختلف اصناف تاریخ میں بیک وقت مہارت و تفوق کے حامل ھیں ـ درحقیقت نویں صدی ھجری میں اتنا عظیم الشان مؤرخ کوئی دوسرا نظر نہیں آتا اگر وہ صرف ,,الضوء اللامع،، ھی تصنیف کرتے تو گیارہ ھزار کے لگ بھگ اھل علم و فضل کا فصیح و بلیغ زبان میں تذکرہ ان کی تاریخی و ادبی عظمت کی کافی دلیل تھا کجا کہ انھوں نے مختلف مجالات تاریخ میں بےشمار کتب تصنیف کیں ـ بقول الشوکانی :

,,ولولم یکن لصاحب الترجمة من التصانیف الا (الضوء الامع) لکان أعظم دلیل علی امامته فانه ترجم فیه أهل الدیار الاسلامیة و سرد فی ترجمة کل احد محفوظاته و مقرواته و شیوخه و مصنفاته و احواله و مولده و وفاته علی نمط حسن و اسلوب لطیف ینبهر من لدیه معرفة بهذا الشأن ویتعجب من احاطته بذلک وسعة دائرته فی الاطلاع علی احوال الناس،، ـ (٢٣)

خلاصۂ کلام یہ کہ بحیثیت مؤرخ السخاوی کی شخصیت بڑی جامع اور منفرد ہے جسے کسی اور سے تشبیہہ نہیں دی جا سکتی۔ وہ ایک طرف متقدم مورخین کے علوم و اسالیب کے حامل ہیں دوسری طرف نقد تاریخی کے حوالہ سے ابن خلدون کے بعد اہم ترین شخصیت ہیں تیسری طرف صدی وار تراجم نویسی پر مبنی ,,الضوء اللامع،، کے حوالہ سے ابن حجر عسقلانی کے ایسے وارث ہیں جس کا مقام کیفیت و کمیت ہر دو لحاظ سے ,,الدرر الکامنة،، کے مصنف سے بڑھ کر ہے چوتھی جانب تصانیف تاریخیہ کے تنوع اور قدر و قیمت کے لحاظ سے کسی بھی متقدم و متآخر مؤرخ سے ان کا تقابل کر کے انہیں ترجیح دی جا سکتی ہے۔ ان کی بحیثیت مؤرخ حیثیت ہمہ جہتی اور متنوع ہے۔ وہ نویں صدی ھجری کی عربی اسلامی تاریخ نویسی میں بالخصوص اور مجموعی مسلم تاریخ نویسی میں بالعموم ایک منفرد ویکتا مقام کے حامل ہیں اور العبد روسی کا یہ قول ان کی عظمت مظاہر کی کافی دلیل ہے :

ولم یخلفه بعد مثله فی مجموع فنونه (٢٥)

حواشی

١ ـ سخاوی کے تفصیلی حالات اور اسمائے تصانیف کے لئے ملاحظہ ہو انکی تصنیف الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، القاهرة ، مکتبة القدسی، ١٣٥٣ ـ ١٣٥٥هـ ، ج ٨ ، ص ٢ ـ ٣٢

٢ ـ جلال الدین السیوطی، نظم العقیان فی أعیان الأعیان (حرّره الدکتور فیلیب حتّی) نیو یورک، المطبعة السوریة الأمیریکیة لصاحبها سلّوم مکرزل ، ١٩٢٧م ص ١٥٢

٣ ـ ابن ایاس، بدائع الزهور فی وقائع الدهور أوتاریخ مصر، مصر (بولاق) المطبعة الکبری الأمیریة، الطبعة الأولی، ١٣١١هـ ، ج ٢ ، ص ٣٢٢

٤ ـ جرجی زیدان، تاریخ آداب اللغة العربیة ، بیروت ، دار مکتبة الحیاة، ١٩٦٧م ، ج ٣ ، ص ١٦٨

٥ ـ السخاوی ، الضوء اللامع، ج ٢ ، ص ٣٦

٦ ـ ايضاً ، ج ١ ، ص ٥ (مقدمة)

٧ ـ ايضاً

٨ ـ ايضاً ، ج ١٢ ، ص ٢

٩ ـ ايضاً ، ج ٨ ، ص ٣٢

١٠ ـ حاجی خلیفة، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، بیروت ، منشورات مکتبة المثنی ، ١٩٣١م، ج٢ ، عمود ١٠٨٩

١١ ـ نجم الدين الغزی، الکواکب السائرة باعیان المائة العاشرة (ضبط و تحقیق، جبرئیل سلیمان جبور) بیروت ، محمد امین دمج و شرکاه، ١٩٣٥م ج ١ ، ص (ب) المقدمة

12. H.A.R. Gibb, Arabic Literature, Oxford University Press, 1963, p. 144

13. Ibid.

١٤ ـ راجع السخاوی، الضوء اللامع، ج ١٢ ، ص ١٦٧

١٥ ـ ايضاً ، ج ٨ ، ص ٧ بیعد

١٦ ـ ايضاً

١٧ ـ ايضاً

١٨ ـ ايضاً

١٩ ـ ايضاً ، ص ١٦

٢٠ ـ ايضاً، ص ١٧

٢١ ـ شمس الدين السخاوی ، الاعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ ، دمشق ، مکتبة القدسی ، مطبعة الترقی، ١٣٣٩هـ ص ١

٢٢ ـ جامعة پنجاب لاهور، اردو دائرة المعارف الاسلامية، لاهور، نیو لائیٹ پریس و پنجاب یونیورسٹی پریس، ١٣٩٣هـ/ ١٩٧٣م، ج ١٠ ، ص ٦٢٧ (مقاله ,,السخاوی،،)

٢٣ ـ شمس الدين السخاوی، الاعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ ، اردو ترجمه از سید محمد یوسف ، لاهور ، مرکزی اردو بورڈ ، ١٩٦٨م، مقدمة، ص ٢١

٢٤ ـ الشوكانی ، البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع ، القاهرة ، مطبعة السعادة الطبعة الأولى ، ١٣٤٨ هـ ، ج ٢ ، ص ١٨٦

٢٥ ـ عبدالقادر العيدروسی، النور السافر عن اخبار القرن العاشر، (ضبط و تصحیح محمد رشید افندی الصفار) بغداد، المکتبة العربية ، مطبعة الفرات، ١٣٥٣هـ/١٩٣٤م، ص ١٦